۱۷۰/۱۶۰ــ۱۵۹

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱)ــ زید، عمرو کو ایک بکری فروخت کرنے کے لیے دیتا ہے اور عمرو سے کہتا ہے کہ بکری کی قیمت میں سے ایک ہزار (۱۰۰۰) مجھے دینے ہیں اگر زیادہ میں فروخت کی تو اس سے جتنی زیادتی ہوگی وہ تمہاری ہے اب یہ معاملہ دلالی میں آئے گا یا وکالت میں؟ اور یہ پیسے عمرو کے لیے جائز ہیں یا نہیں؟

(۲)ــ نیز آج کل جو بروکری (BROKER) کا معاملہ ہے مثلاً کوئی یہ کہے کہ میں تمہیں زمین یا مکان خرید کر دوں گا جتنے میں خریدوں گا اس کا دس فیصد مجھے دینا ہوگا، یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: حبیب اللہ حبہ اللہ

بمعرفت: محمد حسن المتخصص سال اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱)ــ مذکورہ معاملہ شرعاً درست نہیں، کیونکہ اس میں اجرت مجہول ہے، جواز کی صورت یہ ہے کہ زید عمرو کے لیے اجرت طے کرلے، یا عمرو، زید سے بکری مثلاً دس ہزار روپے میں خرید لے، اور آگے جتنی رقم کی چاہے فروخت کرے، زید کو صرف دس ہزار روپے دینے کا پابند ہوگا، اور یہ معاملہ پہلی صورت میں دلالی کا ہوگا اور دوسری صورت میں بیع کا ہوگا۔

(۲)ــ آج کل جو پراپرٹی ڈیلر زمین، مکان اور دوکان خرید کر دیتے ہیں اور کمیشن لیتے ہیں یہ لینا جائز ہے، بشرطیکہ اجرت متعین ہو، مثلاً دس فیصد دلال کے ہوں گے۔

لما في التتارخانية:

"وفي العيون: رجلٌ دفع إلى رجل ثوباً وقال له: بعه بعشرةٍ فما زاد=

جاری ہے---

Scanned with CamScanner

=فهو بيني وبينك، وقال أبويوسف: إن باعه بعشرةٍ أو لم يبعه فلا أجر له، وإن تعب في ذالك، ولو باعه بإثني عشر أو أكثر أو أقلّ فله أجر مثل عمله لايجاوز درهما، فقال محمد:أرى له أجر مثل عمله، وفي الظهيرية:بالغا ما بلغ، وإن لم يبع إذا تعب، والفتوى على قول أبى يوسف"

(كتاب الإجارة:١٥/ ١٣٦، ١٣٧، ط:مكتبة فاروقية، كوئته)

وفي الهندية:

"ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه فإذا وجد أحد هذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها ، كذا في شرح الطحاوي"

(كتاب الإجارة: الباب الثاني في بيان أنه متى تجب الأجرة:٤/ ٤١٣، ط:دار الفكر، بيروت)

وفي الدر المختار:

"وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين؛ لأن جهالتهما تفضي إلى المنـــازعـــة"

(كتاب الإجارة:٩/ ٩، ط:دار المعرفة، بيروت، لبنان)

وفي رد المحتار:

"وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسدا لكثرة التعامل وكثير من هذا غير جائـز=

جاری ہے---

Scanned with CamScanner

=فجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام"

(كتاب الإجارة: مطلب في أجرة الدلال: ٩/ ١٠٧، ط:دار المعرفة، بيروت، لبنان)

وفي التتارخانية:

"وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل، وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا فذاك حرام عليهم"

(كتاب الإجارة:١٥/ ١٣٦، ١٣٧، ط:مكتبة فاروقية، كوئته)فقط

والله تعالى أعلم بالصواب

كتبه: عثمان غني عفي عنه

المتخصص في الفقه الإسلامي

بالجامعة الفاروقية كراتشي

٠٧/٠٣/١٤٤٣هـ/١٤/١٠/٢٠٢١م

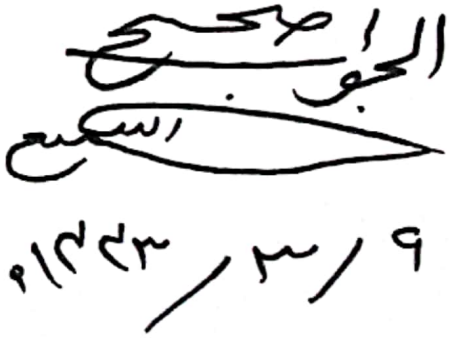

٩/٣/١٤٤٣هـ

٩/٣/١٤٤٣هـ

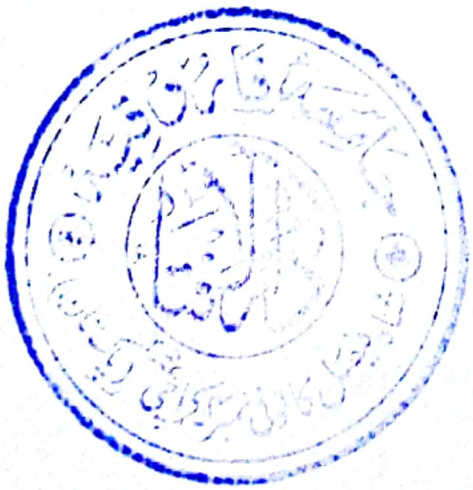

Scanned with CamScanner